© rasailojaraid.com



# مرزا غالب اور نواب یوسف علیخاں ناظم

محترمہ حمیدہ سلطانہ صاحبہ ادیب فاضل

نواب سید یوسف علی خاں والی رامپور کا تعلق حضرتِ غالب سے لڑکپن سے تھا۔ ان کے والد اہل کمال کے عاشق تھے۔ دلی کے اساتذہ سے تعلقاتِ دوستانہ رکھتے تھے مفتی صدرالدین آرزدہ اور مولوی فضل حق خیرآبادی اور مرزا غالب سے بہت یگانگت تھی، اس لیے نواب یوسف علیخاں کی تعلیم انہی حضرات کے سپرد کی گئی حسنِ اتفاق سے حضرت غالب ایک ایسے طالب علم کے اُستاد قرار پائے جس کو قدرت رامپور کا تخت و تاج سونپنے والی تھی۔

مرزا غالب نے اپنے اسی عالی مرتبہ شاگرد کا ذکر اپنے مکاتیب میں جابجا بڑی محبت سے کیا ہے لیکن کسی جگہ سال شاگردی نہیں لکھا۔

نواب سید محمد سعید خاں کی مسند نشینی پر اُن کے چھوٹے بھائی نواب سید عبداللہ خاں نے جو مرزا غالب سے مراسم دوستانہ رکھتے تھے اور میرٹھ میں صدر الصدور تھے قصیدہ لکھنے کی فرمائش کی۔ لیکن اس وقت تک مرزا غالب کے ساتھ عروس دولت نے کج ادائی نہ کی تھی۔ چاہنے والی ماں زندہ تھیں اور جھرکہ فیروزپور کی ریاست پر اُن کے محسن و مربی نواب احمد بخش خاں فخرالدولہ بہادر سریرآرا تھے اس لیے غالب نے یہ کہہ کر معذرت کردی کہ مجھے قصیدہ لکھنا نہیں آتا۔

اس سے پیشتر تاجدار اقلیم شاعری کو قسمت کی خبر نہ تھی کہ فلک کج رفتار کے ہاتھوں ضرورت سے مجبور ہو کر اس کو قصیدہ خوانی کرنی پڑیگی۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



دراصل مرزا غالب کی نظرت میں خوشامد نہ تھی۔ ہاں اتفاق تو وہ بلا ہے کہ اچھے اچھے سرافرازوں کی گردن جھکا دیتا ہے۔ مرزا غالب نے بھی اسی موذی کے چنگل میں پھنس کر وہ سب کچھ کیا جو اُن کی غیور طبیعت کے مطابق نہ تھا۔

معترضین کو آنکھیں کھول کر اس حقیقت کو مکاتیب غالب مصنفۂ مولانا عرشی کا صفحہ ۶۲ دیکھنا چاہیے پھر اُن کو معلوم ہوگا کہ مرزا جیسے غیور اور خوددار انسان پر بھٹئی کا الزام لگانا صریح ظلم ہے۔ قسمت کے جبر نے اس شاہین صفت انسان کو مدح خوانی کے لیے مجبور کر دیا اور مرزا غالب نے تنگدستی سے مجبور ہو کر یوسف علی خاں کی مسند نشینی پر جو اُن کے شاگرد تھے قصیدہ ارسال کیا لیکن دربار رام پور سے دو سال تک اس کا کوئی جواب نہیں ملا۔ حسنِ اتفاق سے مولانا فضل حق خیرآبادی رامپور میں تھے اُنہوں نے وقتاً فوقتاً مرزا صاحب کی تعریف اس طرح کی کہ نواب فردوس مکاں ان کے کلام کے مشتاق ہو گئے۔ مولانا نے مرزا غالب کو لکھا کہ نواب موصوف کو خط لکھیں۔ مرزا صاحب نے خط ارسال کیا۔ اس کے جواب میں نواب یوسف علیخاں نے محبت آمیز خط بھیجا اور اپنے کچھ اشعار بغرض اصلاح بھیجے۔

مرزا صاحب نے خط کا جواب دیا اور ایک قصیدہ بھی بھیجا۔ اس طرح سلسلۂ خط و کتابت جاری رہا۔ نواب یوسف علی خاں کی شاگردی کا ذکر مرزا صاحب نے متعدد خطوط میں کیا ہے۔ خواجہ غلام غوث بیخبر کو لکھتے ہیں

"سنہ ۱۸۵۵ء میں نواب یوسف علی خاں بہادر والیِ رامپور کہ میرے آشنائے قدیم ہیں میرے شاگرد ہوئے ناظم اُن کو تخلص دیا گیا۔ بیس پچیس غزلیں اُردو کی بھیجدیتے ہیں۔ میں اصلاح کرکے واپس کر دیتا ہوں۔ گاہ گاہ کچھ روپیہ اُدھر سے آتا رہتا ہے۔ قلعے کی تنخواہ جاری، انگریزی پنشن کھلا ہوا۔ اُن کے عطایا فتوح گنے جاتے ہیں۔ جب وہ دونوں تنخواہیں جاتی رہیں تو زندگی کا مدار اُن کا عطیہ رہ گیا۔ بعد فتح دہلی وہ ہمیشہ میرے مقدمہ کے خواہاں رہتے تھے۔ میں عذر کرتا تھا جب جنوری سنہ ۱۸۶۰ء



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میں گورنمنٹ سے جواب پایا تو میں آخر جنوری میں رام پور آگیا؟

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب غدر سے دو سال پہلے مرزا صاحب کے شاگرد ہوئے اور غدر سے قبل تحائف وہدایا کا سلسلہ تو تھا لیکن کوئی باقاعدہ رقم مرزا صاحب کو اُستادی کی رامپور سے نہیں ملتی تھی ہاں غدر کے بعد سعادتمند شاگرد نے جب اپنے بوڑھے اُستاد کو گردشِ روزگار کا شکار دیکھا تو ہر طرح اُن کی خبرگیری کی۔ خود حضرتِ غالب نے اس کے متعلق میاں داد خاں سیاح کو لکھا ہے فرماتے ہیں۔

"ایک قرن بارہ برس سے فردوس مکاں نواب یوسف علی خاں والیِ رامپور اپنے اشعار بھیجتے تھے اور سو روپیہ مہینہ ماہ بماہ بھجواتے تھے"۔

نواب یوسف علی خاں پہلے سامی تخلص کرتے تھے، مگر حضرتِ غالب نے اُن کو لکھا "میں نہیں چاہتا کہ آپ کا اسم سامی اور نام نامی تخلص رہے۔ ناظم، عالی، شوکت، نیساں ان میں سے جو پسند آئے رہنے دیجیے۔ مگر یہ ضرور نہیں کہ خواہی نخواہی آپ ایسا ہی کریں۔ اگر وہی تخلص منظور ہو تو بہت مبارک ہے"۔

سعادتمند شاگرد نے مرزا صاحب کی رائے کو افضل مانا اور اپنا تخلص ناظم رکھ لیا۔ امیر مینائی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ "نواب فردوس مکاں پہلے حکیم مومن خاں سے اصلاح لیتے تھے"۔ یہ بالکل غلط ہے، کیونکہ نواب صاحب نے مرزا صاحب کو لکھا ہے کہ اس سے قبل میں نے ایک مصرعہ بھی موزوں نہیں کیا۔ چنانچہ نواب فردوس مکاں صرف مرزا صاحب کے شاگرد رہے اور مرزا صاحب کی حیات میں ان کا انتقال ہو گیا۔

**رامپور کی تنخواہ** غدر کے ایام مصیبت میں نواب صاحب بھی مرزا غالب کی مدد نہ کر سکے اس کے بعد بھی دو تین سو روپیہ گاہ بگاہ بھیجتے رہے لیکن رقم مقرر نہ تھی۔ مرزا صاحب کو قلعے کی تنخواہ اور گورنمنٹ سے پنشن بند ہونے کے باعث ماہانہ امداد کی ضرورت تھی۔ اور یہ زمانہ اُن کا بہت عسرت و پریشانی میں بسر ہوتا تھا، اس لیے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اُنہوں نے نواب فردوس مکاں کو ماہانہ مقرر کرنے کے لیے لکھا۔ اس کا جواب عرصہ تک نہ ملا تو مجبور ہو کر دوسرا خط لکھا۔ اس خط کے ملنے پر نواب صاحب نے معذرت کی اور سو روپیہ ماہ بماہ بھیجنے کا وعدہ کرلیا اس کے متعلق مرزا صاحب کی زبانی سُنیئے۔ میر مہدی مجروح کو لکھتے ہیں۔

"نواب صاحب رامپور جولائی ۱۸۵۹ء سے جس کو یہ دسواں مہینہ ہے سو روپیہ ماہ بماہ بھیجتے ہیں"۔

**اصلاح** | بوجہ ضعف و کمزوری کبھی کبھی مرزا صاحب اصلاح کرنے میں دیر کرتے تھے۔ چنانچہ میاں داد خاں سیاح کو لکھتے ہیں:-

"اِن دنوں ضعف دماغ اور دورانِ سر میں ایسا مبتلا ہوں کہ والیِ رام پور کا بھی بہت سا کلام یونہی دھرا ہوا ہے، دیکھنے کی بھی نوبت نہیں آئی۔ تمہاری بھیجی ہوئی غزلیں سب محفوظ دھری ہیں۔ خاطر رکھو جب نواب صاحب کی غزلیں دیکھونگا تو یہ بھی دیکھی جائینگی"۔

جب ضعف زیادہ بڑھ گیا تو مرزا صاحب اصلاح دینے سے معذور ہو گئے لیکن نواب صاحب اُن کا ماہانہ برابر بھیجتے رہے۔ چنانچہ مرزا تفتہ کو لکھتے ہیں۔

"میرا عجیب حال ہے، حیران ہوں کہ تمہیں میرا کلام کیوں باور نہیں آتا۔ سامعہ مرگیا تھا اب باصرہ بھی ضعیف ہو گیا..... رئیس رامپور سو روپیہ مہینہ دیتے ہیں سال گذشتہ اُن کو لکھ بھیجا کہ اصلاحِ نظم حواس کا کام ہے اور میں اپنے میں حواس نہیں پاتا، متوقع ہوں کہ اس خدمت سے معاف کیا جاؤں۔ جو کچھ مجھے آپ کی سرکار سے ملتا ہے عوض خدمات سابقہ میں شمار کیجیے ورنہ میں خیرات خور نہیں۔ اور اگر یہ عطیہ بشرطِ خدمت ہے تو جو آپ کی مرضی وہ میری قسمت ہے۔ برس دن سے اُن کا کلام نہیں آتا۔ فتوحِ مقررہ نومبر تک آئی اب دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ آج تک نواب صاحب ازراہ جوانمردی دیتے جاتے ہیں"۔

**رامپور کا پہلا سفر** | نواب یوسف علیخاں کو شاگرد ہوئے کچھ عرصہ ہوا تھا کہ غدر ہو گیا اور اسی ہنگامے میں چند



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مہینے تک باہمی مراسلت بند رہی لیکن امن وامان ہوتے ہی نواب فردوس مکاں نے مرزا صاحب کو رامپور آنے کی دعوت دی لیکن مرزا صاحب ان دنوں انگریزی پنشن کے اجرا کی سعی میں مصروف تھے چونکہ ان کا مسلک اس ہنگامہ خیز زمانہ میں بالکل صلح کل رہا تھا۔ اس لیے کامیابی کی اُن کو پوری اُمید تھی۔ ایسی حالت میں دلی سے باہر جانا ناممکن تھا۔ چنانچہ یہی سبب رامپور جانے سے مانع رہا۔ اور نواب صاحب کے ہر دعوت نامہ کے جواب میں اُنھوں نے یہی عذر کیا کہ پنشن کے وصول کا زمانہ قریب آگیا۔ نواب صاحب کے ایک دعوت نامے کے جواب میں تحریر کرتے ہیں۔

"میرے حاضر ہونے کو جو ارشاد ہوتا ہے، میں وہاں نہ آؤنگا تو کہاں جاؤنگا۔ پنشن کی وصولی کا زمانہ قریب آیا۔ اُس کو ملتوی چھوڑ کر کیونکر چلا آؤں۔ سُنا جاتا ہے اور یقین بھی آتا ہے کہ جنوری کے آغاز میں یہ قصہ انجام پائے جس کو روپیہ ملنا ہے اُس کو روپیہ، جس کو جواب ملنا ہے جواب ملجائے"۔

لیکن جب ماہ جنوری بھی گذر گیا تو مرزا صاحب نے اپنی صادق الاعتقادی کو اور وسعت دے دی اور جب نواب صاحب نے تیسری بار رامپور آنے کی دعوت دی تو اُنھوں نے جواب دیا کہ "آج روپیہ ملا اور کل میں نے آپ سے سواری اور باربرداری مانگی۔ آج سواری اور باربرداری پہنچی اور کل میں نے رامپور کی راہ لی"۔

آخر کار سال ختم ہوگیا، اور پنشن کا معاملہ لیت ولعل میں پڑا رہا۔ تو پھر نواب صاحب نے مرزا غالب کو رامپور آنے کے لیے لکھا۔ جب آغاز ۱۸۶۰ء میں گورنمنٹ نے مقدمہ پنشن کا فیصلہ مرزا صاحب کی خواہش و اُمید کے خلاف صادر کیا تو اُنھوں نے حسب وعدہ سفر رامپور کی تیاری کی۔ چنانچہ منشی شیو نرائن کو لکھتے ہیں۔

"میں حسب الطلب نواب صاحب کے دوستانہ یہاں آیا ہوں اور اپنی صفائی گورنمنٹ بذریعہ ان کے چاہتا ہوں، دیکھوں کیا ہوتا ہے"۔

گویا مرزا صاحب کا سفر رامپور گورنمنٹ انگریزی کے مقصد سے بھی تھا۔ حسین مرزا صاحب کو لکھتے ہیں:



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



"رامپور زندگی میں مرا مسکن اور بعد مرگ مرا مدفن ہو یا جب تم لکھتے ہو کہ واللہ تم وہاں جاؤ تو مجھ کو ہنسی آتی ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ ہلال ماہ رجب المرجب رامپور میں جا کر دیکھوں"۔

مرزا صاحب ۱۹ جنوری کو دہلی سے روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں نواب زین العابدین خاں عارف کے دونوں لڑکے بھی اُن کے ہمراہ تھے جو عارف کی وفات کے بعد اُن کی کفالت میں تھے۔ مرزا صاحب ان دونوں کو گلے کا ہار بنائے رکھتے تھے۔

حکیم غلام نجف خاں کو لکھتے ہیں "لڑکے بھی تندرست آدمی بھی توانا مگر ہاں عنایت اللہ دو دن سے کچھ بیمار ہے خیر اچھا ہو جائیگا"۔

مرزا صاحب غالباً جمعہ کے دن رامپور پہنچے۔ غلام نجف خاں کو لکھتے ہیں "آج تک کہ جمعہ ہے مجھے رامپور پہنچے آٹھ دن ہوئے"۔

میر مہدی کو لکھتے ہیں "یہاں کا حال سب طرح خوب ہے اور صحت مرغوب ہے اس وقت تک مہمان ہوں"۔

چند دن تک کھانا آتا رہا، پھر سو روپیہ ماہوار کھانے کا مقرر ہو گیا۔ دلی پہنچ کر مرزا صاحب نے میر مہدی کو لکھا "اب جو میں وہاں گیا تو سو روپیہ مہینہ بنام دعوت اور دیا۔ یعنی رامپور رہوں تو دو سو روپے مہینہ پاؤں اور دلی رہوں تو سو روپیہ مہینہ"۔

آب وہوا رامپور کی مرزا صاحب کو موافق آئی۔ میر مہدی مجروح کو لکھتے ہیں "یہ رامپور ہے دار السرور ہے۔ جو لطف یہاں ہے، وہ اور کہاں ہے۔ پانی سبحان اللہ شہر سے تین سو قدم پر ایک دریا ہے اور کوسی اُس کا نام ہے بے شبہ چشمۂ آبِ حیات کی کوئی سوت اُس میں ملی ہے۔ خیر اگر یوں بھی ہو تو بھائی آبِ حیات عمر بڑھاتا ہے۔ اتنا شیریں کہاں ہوگا؟"

نواب صاحب کا برتاؤ

نواب صاحب مرزا غالب سے بہت اخلاق سے ملتے تھے۔ تعظیم و توقیر مثل احباب کرتے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



تھے اور بہت محبت و ادب سے پیش آتے تھے۔ اس کا حال خود مرزا غالب کی زبانی سنیے۔ حکیم غلام نجف خاں کو لکھتے ہیں: "اب میرا حال سنو تعظیم و توقیر بہت، ملاقاتیں نہیں ہوتی ہیں"۔

نواب صاحب کے مخلصانہ برتاؤ اور رامپور کی آب و ہوا کی موافقت کی وجہ سے حضرت غالب کا دل رامپور میں لگ گیا لیکن دونوں لڑکے جو خورد سال تھے ستاتے تھے۔ حکیم غلام نجف خاں کو اس کی بابت لکھتے ہیں:-

"لڑکے دونوں اچھی طرح ہیں، کبھی میرا دل بہلاتے ہیں کبھی مجھ کو ستاتے ہیں۔ بکریاں، کبوتر، بٹیریں تکل سب سامان درست ہے"۔

لیکن سامانِ تفریح ہونے کے باوجود لڑکے مرزا صاحب کو بہت تنگ کرنے لگے تو دہلی آنے کا ارادہ کیا، میر مہدی مجروح کو لکھا:-

"لڑکوں کو ساتھ لے گیا تھا۔ ہاں انہوں نے میرا بہت ناک میں دم کیا، تنہا بھیج دینے میں وہم آیا اگر کوئی امر حادث ہو تو بدنامی عمر بھر رہے اسی سبب سے جلد چلا آیا، ورنہ برسات وہاں کاٹتا۔ اب بشرطِ حیات جریدہ بعد برسات جاؤنگا"۔

آخر کار مرزا صاحب لڑکوں کی وجہ سے نواب صاحب کے اصرار کے باوجود دلی آخر شعبان میں روانہ ہو گئے۔ میر مہدی مجروح کو تحریر کرتے ہیں:-

"میر مہدی تم میری عادات کو بھول گئے۔ ماہ مبارک رمضان میں کبھی مسجد جامع کی تراویح ناغہ ہوتی ہیں میں اس مہینے میں رامپور کیونکر رہتا۔ نواب صاحب مانع رہے اور بہت منع کرتے رہے۔ برسات کے آموں کا لالچ دیا، مگر بھائی میں ایسے انداز سے چلا کہ چاندرات کے دن یہاں پہنچا یکشنبہ کو غرۂ ماہ مقدس ہوا"

مرزا صاحب کا قیام رام پور کل چھ سات ہفتہ رہا، خواجہ غلام غوث بیخبر کو لکھتے ہیں: "میں آخر جنوری



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میں رامپور گیا، چھ سات ہفتے رہ کر دلی چلا آیا۔"

نواب علاء الدین احمد خاں کو تحریر فرماتے ہیں: "سال گذشتہ بیڑی کو زاویۂ زنداں میں چھوڑ مع دونوں ہتھکڑیوں کے بھاگا۔ میرٹھ مراد آباد ہوتا ہوا رام پور پہنچا، کچھ کم دو ماہ وہاں رہا تھا کہ پھر پکڑا آیا اب عہد کیا کہ پھر نہ بھاگونگا۔"

**مرزا صاحب اور والیِ رامپور کا تبادلۂ تحائف**

مرزا صاحب کی دوستی یگانگت والیِ رام پور کے ساتھ اس درجہ تھی کہ مخلص دوستوں کی طرح تحائف ایک دوسرے کو بھیجتے رہتے تھے۔ بلکہ کبھی کبھی مرزا صاحب اور نواب صاحب بے تکلف ایک دوسرے پر فرمائش بھی کر دیا کرتے تھے۔

والیِ رام پور کے تحائف میں قابلِ ذکر چیز رام پور کے بہترین و انفس آم ہیں جو مرزا صاحب کے لیے مرغوب ہونے کی وجہ سے بیش قیمت عطیات سے کسی طرح کم نہیں تھے۔

میاں دادخاں سیاح کو لکھتے ہیں:۔ "رامپور سے نواب صاحب اپنے باغ کے آموں میں سے اکثر بسبیلِ ارمغاں بھیجتے رہتے ہیں۔"

پھر ایک مرتبہ خود نواب صاحب کو دو سو آم بھیجنے پر رسید و شکریہ لکھتے ہیں: "نوازشنامہ اور اس کے ساتھ ڈو بہنگیاں دو سو آموں کی پہنچیں۔ شکر نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمتہائے تو۔"

مرزا صاحب بھی گاہ بگاہ پھل نواب صاحب کو ارسال کرتے رہتے تھے۔ ایک بار اُنھوں نے زنگترے بھیجے تو نواب صاحب نے تحریر فرمایا کہ "دمویزی زنگترے وصول ہوئے شکریہ قبول کیجیے"۔

پھر نواب فردوس مکان نے خود ایک مرتبہ چوب چینی کی فرمائش کی۔ مرزا صاحب نے بڑی کوشش سے پانچ سیر چوب چینی رنگین سنگین بے گرہ و کم گرہ قطعاتِ چوب چینی مہیا کر کے سرکاری کہار کے ہاتھ روانہ کیے، اور از راہِ معذرت لکھا!

"دلی اب شہر نہیں، چھاؤنی ہے۔ کیمپ ہے نہ قلعہ نہ شہر کے امرا، نہ اطرافِ شہر کے روساء۔"



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



**مرزا غالب کی شوخی**

حالانکہ مرزا صاحب سنبھالے روزگار کے ہمیشہ شکوہ سنج رہے لیکن اُن کی فطری عادت زندہ دلی تھی اور یہ ہمیشہ اُن کے ساتھ رہی۔ نواب یوسف علی خاں نے اضلاع ریاست کا دورہ کرنے کا ارادہ کیا۔ مرزا صاحب ان دنوں رام پور میں مہمان تھے۔ نواب صاحب کی روانگی کے وقت انہوں نے بھی اور حاضرین کے ساتھ آداب کورنش ادا کی۔ نواب صاحب نے مرزا صاحب سے تبسم آمیز لہجے میں کہا "خدا کے سپرد" مرزا صاحب کی شوخیٔ طبع نے گدگدایا، قدرے افسردہ صورت بنا کر بولے "حضرت خدا نے تو مجھے آپ کے سپرد کیا ہے۔ آپ پھر مجھے اُلٹا خدا کے سپرد کرتے ہیں"۔

**مرزا صاحب فطری طور پر خوشامدی نہیں تھے**

نواب یوسف علی خاں فردوس مکاں کے نام مرزا صاحب کے جتنے خطوط ہیں ان سب کے خاتمے میں ہم کو دو شعر ہی نظر آتے ہیں۔ جن کو وہ باری باری لکھتے رہتے تھے۔ یہ امر اُن کی فطرت پر دلالت کرتا ہے۔ اگر وہ چاہتے تو ہر خط میں ایک نیا شعر دعائیہ لکھ سکتے تھے۔ مگر درحقیقت ثنا خوانی کا طریقہ اُن کو آتا نہ تھا۔ اس لیے اُن کے خطوط میں اُن کا مشہور شعر

تم سلامت رہو ہزار برس  ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

اور دوسرا شعر

تم سلامت رہو قیامت تک  دولت و عز و جاہ روز افزوں

ہی نظر آتے ہیں۔ عادی ثنا خواں طریق مدح خوانی سے خوب واقف ہوتا ہے۔ لمبے چوڑے دعائیہ فقرے اُس کی زبان پر ہوتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب پر تو فلک پیر نے یہ مصیبت ڈال دی تھی اس لیے وہ اس روش سے بیگانہ تھے۔

حضرتِ غالب نے جو خطوط نواب یوسف علی خاں کو لکھے وہ مولانا عرشی مکاتیب غالب کے نام سے بمع نوٹ و حواشی اور ایک مفصل و دلچسپ دیباچے کے شائع کر چکے ہیں۔

مولانا عرشی کی یہ تصنیف اُردو ادب اور غالبیات میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



**نواب یوسف علی خاں کا کلام**

نواب فردوس مکاں کا کلام کلام الملوک ملوک الکلام کا مصداق ہے۔ قدرت نے عطیۂ امارت کے ساتھ ساتھ دولتِ علم و ادب سے بھی ان کو بدرجہ اتم سرفراز کیا تھا۔ مرزا غالب جیسے نازک خیال اور بلند فکر رکھنے والے شاعر کی توجہات نے اُن کے جمالِ شعر کو چار چاند لگا دیے۔

**مرزا غالب کا ذکر ناظم کے قطعوں میں**

ناظم نے اکثر قطعوں میں غالب کا ذکر عقیدت و محبت سے کیا ہے۔

کیوں نہ غالب کے ہو اشراق کا قائل ناظم
دور سے جس نے سکھایا مجھے ایسا کہنا

ناظم اگرچہ میر بھی تھا خوش سخن مگر
ہے ہم کو شیوۂ اسد اللہ خاں پسند

ناظم ہمیں تتبع غالب پہ ناز ہے
ہوگا کسی کو پیرویِ میر پہ گھمنڈ

مبداء فیاض سے دونوں ہیں ناظم بہرہ یاب
میں بھی ہوں اُستاد کی حسنِ طبیعت کا شریک[1]

اِس شعر کے نیچے حضرت غالب نے لکھا ہے۔ "بلکہ شریک غالب" نواب ناظم کی حُسنِ طبیعت کے مرزا صاحب بھی قائل تھے جیسا کہ آگے چل کر ظاہر ہوگا۔

وفا شعاریِ ناظم یقیں نہیں نہ سہی
یہ کون شخص ہے اس کا بھی کچھ خیال نہیں

غالب کا نوٹ :- "سبحان اللہ کیا امیرانہ مضمون ہے"۔

قاصدوں کے کہیں انعام میں بٹ جائے نہ مُلک!
جلد جلد اب مرے ناموں کے پیام آتے ہیں

غالب کا نوٹ :- "یہ مضمون سوائے آپ کے کون باندھ سکتا ہے"۔

غلطی غیر کی گفتار کی دیکھی ناظم
واں میں جاتا ہوں تو کہتے ہیں نواب آتے ہیں

غالب کا نوٹ : "ہائے کیا نیا مضمون ہے"۔

ناظم کو غالب جیسے شاعرِ اعظم نے داد دی یہ ناظم کے کلام کی پختگی خیالات کی جدت اور جذبات کی

[1] ماخوذ الشیا میرٹھ، سہ ماہی ستمبر سنہ ۳۸ء



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



بیساختگی اور مجموعی طور پر ان کے کمال کی کافی وافی سند ہے۔

نواب ناظم کے کلام پر مرزا غالب کی اصلاحیں

لو صاحب آفتاب کہاں اور ہم کہاں
غافل نہیں ہم اس کو نہ سمجھیں اگر غلط
احمق نہیں (اصلاحِ غالب)

پڑھ تو لینگے وہ نامہ میرا بھی ملتے رہتے ہیں ان کے اکثر خط
اس کے (اصلاح)

غالب کا نوٹ: اس کا مشارٌ الیہ رقیب ہے بس اس پر جمع کا صیغہ کیوں لکھا جائے۔ غالب

ناظم نے بعض اشعار لکھنؤ کے رنگ اور طرز میں بھی کہے ہیں جن کو مرزا غالب نے جوں کا توں رہنے دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اس رنگ کو کچھ ایسا زیادہ بُرا نہیں سمجھتے تھے۔

یوں تو ہو جاتا ہے ہر اک عیش و عشرت کا شریک دوست کہتے ہیں اُسے جو ہو مصیبت کا شریک

اصلاح: جہاں ہر ایک اچھی طرح نہ آئے وہاں ہر یک کہیے ہر اک کیوں لکھیے۔ غالب

اصلاح: آنکلے ہیں یاں بھی

سیاحِ جہاں گرد ہیں آنکلے یہاں بھی کچھ تیرے پجاری تو نہیں اے بت چیں ہم

غالب کا نوٹ: یہاں بر وزن وہاں، فصیح نہیں ہے بے ضرورت نہ چاہیے یہاں بر یائے مختلط التلفظ افصح ہے۔ غالب۔

اصلاح: - وہ جب آپ سر آپ پردہ کریں تو

جو یوں آپ سر اپنا پردہ کریں وہ بند قبا کس طرح وا کریں غالب

تخیلات کی فراوانی اور تاثرات کی زیادتی شاعر کو غیر شاعر انسان سے ممتاز کرتی ہے۔ یوں کہیے کہ



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کوئی انسان دنیا میں ایسا نہیں جس کے دل میں خیالات یا احساسات نہ ہوتے ہوں لیکن ان کے بیان کرنے کی قدرت بطورِ خاص فطرت شاعر کو عطا کرتی ہے۔

جذبات کی رفعت، محسوسات کی نزاکت اور زبان کی لطافت یہ ہیں کلامِ ناظم کی خصوصیات جنھوں نے اُن کے کلام میں اثر و کیفیت کی رُوح دوڑا دی ہے۔ ناظم کے اشعار پڑھنے کے بعد انسان اپنے اندر خیال کی وہ مسرت اور احساس کی وہ لطافت محسوس کرتا ہے جو انسانی حسِ روحانی کی انتہائی بلندی ہے۔

انتخاب کلام نواب یوسف علی خاں

کس کس کا کروں رشک کہ اس راہ گذر میں
ہر ذرہ مجھے دیدۂ بینا نظر آیا

بیدادسی تو یہ اُنہیں کرتے ہی بن آئی
جو بعد مرے کوئی بھی مجھ سا نظر آیا

جان کا غم نہیں غم یہ ہے کہ آپ
قتل کرکے مجھے پچھتائیگا

ناظم شراب و شاہد و مطرب سے کام رکھ
کسے خبر ہے کہ انجام کار کیا ہوگا؟

ناظم وفائے وعدہ کی اُمید ہے کسے
مرنا بھی اس فریب میں دشوار ہو گیا

سچے ہیں اپنے وعدے کے، آتے وہ خواب میں
ناظم مجھی کو نیند نہ آئی تمام رات

نہ جاتے تم نہ جاتی جان میری
بنے کیوں جان کے دشمن تم آکر

وہ گھبرائے سمجھ کر حلقۂ دام
ہوا شرمندہ میں آنکھیں بچھا کر

وہ گھر کو دیکھنے آتے ہیں ناظم
نہ کیوں بیٹھا رہا میں گھر لٹا کر

ہم پُجاری نہیں تم بت نہیں سمجھو تو سہی
کچھ تو خواہش ہے کہ روز آتے ہیں سرکار کے پاس

واں قافلہ منزل پہ بھی پہنچا گر اب تک
ہم کہتے ہیں صحرا میں آوازِ درا ہے

دیکھنا شوخی کہ میرا یوں چھپتے پھرتے ہیں گھر
سُن لیا ہی یہ کہ اس کو کچھ نہیں گھر سے غرض

رخصتِ عرضِ حال کیا مانگوں
کہہ نہ بیٹھیں کہیں کہ رخصت ہو



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



شبستاں میں رہو، باغوں میں کھیلو مجھ کو کیوں پوچھو
کہ راتیں کس طرح کٹتی ہیں دن کیونکر گذرتے ہیں

جس کو منظور رہو عالم کا پریشاں رکھنا
اُس کو کیا کام پڑا ہے کہ سنوارے گیسو

---

میں نے کہا کہ دعوئے الفت مگر غلط
کہنے لگے کہ ہاں غلط اور کس قدر غلط

تاثیرِ آہ و زاریِ شبہائے تار جھوٹ
آوازۂ قبولِ دعائے سحر غلط

سوزِ جگر سے ہونٹ پہ تبخالہ افترا
شورِ فغاں سے جنبشِ دیوار و در غلط

ہاں سینے سے نمائشِ داغِ دروں دروغ
ہاں آنکھ سے تراوشِ خونِ جگر غلط

بوس و کنار کے لیے یہ سب فریب ہیں
اظہارِ پاکبازیِ ذوقِ نظر غلط

تو صاحبِ آفتاب کہاں اور ہم کہاں
احمق نہیں ہم اس کو نہ سمجھیں اگر غلط

مٹھی میں کیا دھری تھی کہ چپکے سے سونپ دی
جانِ عزیز پیشکشِ نامہ بر غلط

پوچھو تو کوئی مر کے بھی کرتا ہے کچھ کلام
کہتے ہو جان دی ہے سرِ رہگذر غلط

یہ کچھ سنا جواب میں ناظم ستم کیا
کیوں یہ کہا کہ دعوئے الفت مگر غلط

---

اُس کو گھر کا پتہ دیا میں نے
موت کو گھر بتا دیا میں نے

---

میں گوہرِ معنیٰ کا خریدار ہوں ناظم
کچھ مال ہے یہ دولتِ دنیا مرے آگے

---

وہ اپنے وعدے کے سچے ہیں آئینگے لیکن
مجال صبر کہاں تاب انتظار کہاں

---



© rasailojaraid.com